

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ملتِ برضا پر ایک عمرانی نظر

بیتھریکچر دسمل انگریزی زبان میں تھا جو ڈاکٹر شیخ محمد قاسم ایم۔ پی۔ ایچ۔ ڈی
بیرسٹریٹ لالہ ہونو عیدگہ ٹالچ میں پرنسپل کے ارشاد سے ۱۹۷۷ء میں آیا۔ اسکا اردو
ترجمہ جناب مولوی ظفر علی خان صاحب نے اپنے ماہواری مالہ پنجاب یونیورسٹی چھاپا تھا۔ چونکہ
یکچر مصنف اور مترجم کی قابلیت کا بہترین نمونہ ہے اسلئے دوبارہ شائع ہوتا ہے۔

انسانی تاریخ کے پارینہ اوراق کو کوٹتے وقت جب ہماری
نظر ارتقا کی المریز جھلملیوں میں سے چھنتی ہوئی ان کے رزمیہ
بین السطور پر پڑتی ہو تو کسی خواب کے گریز یا نظاروں کی طرح ہم
گلدی ہوئی قوموں اور سلطنتوں اور تمدنوں کے کھنڈروں کو پے پیچ
نیت سے بہت اور بہت سے نیت ہوتا دیکھتے ہیں جس سے
زیادہ ہیبت افزا اور حوصلہ فرسا منظر آمد کوئی نہیں ہو سکتا۔ قدرت
کی قوتوں کی نظروں میں نہ افراد کی وقت ہی نہ اقوام کی منزلت

اس کے اٹل قوانین برابر اپنا عمل کئے جا رہے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا
ہی کہ گویا اسکی منزل مقصود بہت ہی دُور ہی جسے مقاصد انسانی کے
آغاز و انجام سے کسی قسم کا تعلق نہیں لیکن
آدمی زادہ طرفہ معجزات

باوجود حالات گرد و پیش کی نامساعدت کے اسکی تخیل جو
عقل کی آئینہ بردار ہو اُسے اپنی ہستی کا کامل تر جلوہ دکھا دیتی ہو اور اُن
ذرائع کی دریافت پر آمادہ کرتی ہو جو اس تصویرِ مثالی میں جس کے خط و خال
اُس کی شانِ اُکلیت کو چھپائے ہوئے ہیں جانِ ڈال سکیں دوسرے
جیوانات کے مقابلہ میں انسان بہت ہی کمزور و ناتوان ہے۔ اپنے بچاؤ
کے لئے وہ قدرتی حربوں سے مستعمل نہیں کیا گیا۔ وہ بصارتِ شبینہ
سے محروم ہے۔ اسکی قوتِ شامہ اور طاقتِ گریز بہت کم ہے لیکن پھر
بھی زندگانی کی آزادیوں اور پہنائیوں کی جستجو میں اس نے اپنی آنکھ
سرگرمیوں کو ہمیشہ سے وقف کئے رکھا ہے تاکہ قوانینِ قدرت کی کٹہ
اور طرزِ عمل سے واقف ہو کر وہ رفتہ رفتہ اُن اسباب سے
جو خود اُس کے ارتقا پر مؤثر ہیں +

قانون انتخاب غلطی کے انکشافِ عظیم کی بدولت انسان اپنے
 خاندانہ کی تاریخ کا عقلی تصور قائم کرنے کے قابل ہو گیا حالانکہ پہلے
 اس تاریخ کے واقعات کی حیثیت اس کے نزدیک حوادث کے
 ایک فوق الادراک سلسلہ سے زیادہ نہ تھی جو بلا کسی اندرونی ترتیب یا
 غایت کے فرداً فرداً با دیرِ ایام کے سراپا اسرارِ بطن سے پیدا ہو کر گہوارہ
 شہود میں اٹھیلیاں کرتے ہوئے نظر آ پاتے تھے نہ اس قانون کے
 معانی کی تنقیح جب اب بھی زیادہ وقتِ نظر کے ساتھ کی گئی اور ان
 فلاسفہ نے جن کی خیال آفرینیاں ڈارون کے مقدمہ حکمت کا تتمہ
 ہیں جب حیات کی ہیئت اجتماعی کے دوسرے نمایاں حقائق کا انکشاف
 کیا تو مدنی زندگی کے عمرانی اخلاقی اقتصادی اور سیاسی پہلوؤں کے
 متعلق انسان کے تصورات میں ایک انقلابِ عظیم پیدا ہونے کی
 صورت نکل آئی ۔

علمِ انجیات کے اصولوں نے حال میں اس حقیقت پر روشنی
 ڈالی ہے کہ فرد فی نفسہ ایک ہستی اعتباری ہی باتوں کہے کہ اس کا نام
 ان مجرداتِ عقلیہ کی قبیل سے ہے جن کا حوالہ دیکر عمرانیات کے حشر

کے سمجھنے میں آسانی پیدا کر دی جاتی ہے۔ بالفاظِ دیگر فرد میں جماعت کی زندگی میں جس کے ساتھ اس کا تعلق ہے منزلہ ایک عارضی و آئی لمحہ کے ہے۔ اُس کے خیالات اُس کی تمنائیں اُس کا طرزِ رائد و بُود اُس کے جملہ قوائے دماغی و جسمانی، بلکہ اُس کے ایامِ زندگی کی تعداد و کم اس جماعت کی ضروریات و حوائج کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہے جس کی حیات اجتماعی کا وہ محض ایک جزوئی نظر ہے۔ فرد کے فعال کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ وہ بسبیلِ اضطراب و بلا ارادہ کسی ایک خاص کام کو جو جماعت کے نظام نے اس کے سپرد کیا ہے انجام دے دیتا ہے اور اس لحاظ سے اُس کے مقاصد کو جماعت کے مقاصد سے مخالف کُلی بلکہ تضادِ مطلق ہے۔ جماعت کی زندگی بلا لفظ اپنے اجزائے ترکیبی یعنی افراد کی زندگی کے بالکل جداگانہ ہوتی ہے۔ اور جس طرح ایک جسمِ ذوی الاعضاء مریض ہونے کی حالت میں بعض دفعہ خود بخود بلا علم و بلا ارادہ اپنے اندر ایسی قوتوں کو برانگیختہ کر دیتا ہے جو اس کی تندرستی کا موجب بنتی ہیں اسی طرح ایک قوم جو اثرات سے سقیم الحال ہو گئی ہو بعض

کرنے والی قوتوں کو پیدا کر لیا کرتی ہے۔ مثلاً قوم میں کوئی زبردست
 دل و دماغ کا انسان پیدا ہو جاتا ہے یا کوئی نئی تخلیق مند وادارہ دہوتی ہے یا
 ایک ہمہ گیر مذہبی اصلاح کی تحریک برائے کار آتی ہے جس کا اثر یہ
 ہوتا ہے کہ قوم کے قولے ذہنی و روحانی تمام طاعی و سرکش قوتوں
 کو اپنا مطیع و منقاد بنانے اور اس موادِ فاسد کو خارج کر دینے سے
 جو قوم کے نظامِ جسمانی کی صحت کے لئے مضر تھا قوم کو نئے سرے
 سے زندہ کر دیتے ہیں اور اس کی اصلی توانائی اس کے اعضا میں
 عود کر آتی ہے۔ اگرچہ قوم کی ذہنی و دماغی قابلیت کا دھارا افراد ہی
 کے دماغ میں سے ہو کر بہتا ہے۔ لیکن پھر بھی قوم کا اجتماعی نفسِ ناطقہ
 جو مدِ رک کلیات و جزئیات اور خیر و عریضی بجائے خود ضرور موجود
 ہوتا ہے۔ ”جمہوری رائے“ اور ”قومی فطنت“ وہ جملے ہیں جنکی وسطت
 سے ہم مہموم و مبہم طور پر اس نہایت ہی اہم حقیقت کا اعتراف
 کرتے ہیں کہ قومی ہستی ذوی الحقل اور ذوی الارادہ ہے۔ اردہام
 خلایق۔ جلسہ عام۔ جماعتِ انتظامی۔ فرقہ مذہبی اور مجلسِ مشاورت
 و نمائندہ ذرائع ہیں جن سے قوم اپنی تدوین و تنظیم کا کام لیکر وحدت

ادراک کی غایت کو حاصل کرتی ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ قومی دماغ تمام ان مختلف خیالات کی خبر یا علم رکھتا ہو جو ایک وقت خاص میں افراد کے دماغوں میں موجود ہوتے ہیں اس لئے کہ خود افراد کا دماغ بھی کمال طور پر اپنی ادراک کی حالتوں سے آگاہ نہیں ہوتا۔ اجتماعی یعنی قومی دماغ میں بہت سے احساسات و مقامات و تخیلات قومی حاسہ کی دہلیز سے باہر رہتے ہیں۔ قوم کی ہمہ گیر دماغی زندگی کا فقط ایک جزو محدود دروازہ کے اندر قدم کھنا ہے اور قومی ادراک کی تابناک شعاعوں سے منور ہوتا ہے۔ اس انتظام کی بدولت مرکزی اعضا کی توانائی کی ایک بہت بڑی مقدار غیر ضروری جزئیات پر صرف ہونے سے محفوظ رہتی ہے۔

جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ قوم ایک جداگانہ زندگانی رکھتی ہے۔ یہ خیال کہ اس کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ یہ اپنے موجودہ افراد کا محض ایک مجموعہ ہے اصولاً غلط ہے اور اسی لئے قومی و سیاسی اصلاح کی تمام وہ تجاویز ہوں بہت احتیاط کے ساتھ نظر ثانی کی محتاج ہیں۔ افراد کا مجموعہ ہی نہیں ہے بلکہ اس سے بہت کچھ بڑا

پس اگر نظر غائر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ غیر محدود و لامتناہی ہے۔
 اس لئے کہ اس کے اجزائے ترکیبی میں وہ کثیر التعداد آنے والی
 نسلیں بھی شامل ہیں جو اگرچہ عمرانی حد نظر کے فوری منتہا کے پرلی طرف
 واقع ہیں لیکن ایک زندہ جماعت کا سب سے زیادہ اہم جزو متصور
 ہونے کے قابل ہیں۔ علم الحیات کے اکتشافات جدیدہ نے اس
 حقیقت کے چہرے سے پردہ اٹھایا ہے کہ کامیاب حیوانی جماعتوں کا
 حال ہمیشہ استقبال کے تابع ہوتا ہے مجموعی حیثیت سے اگر نوع پر نظر
 ڈالی جائے تو اس کے وہ افراد جو ابھی پیدا نہیں ہوئے اس کے
 موجودہ افراد کے مقابلہ میں شاید زیادہ بدیہی الوجود ہیں۔ موجودہ افراد
 کی فوری اغراض اُن غیر محدود و نامشہود افراد کی اغراض کے تابع
 بلکہ ان پر تیار کر دی جاتی ہیں جو نسل بعد نسل بتدریج ظاہر ہوتے جاتے
 ہیں۔ اور علم الحیات کی اس حیرت انگیز حقیقت کو وہ شخص بیگاہ ستغنا
 نہیں دیکھ سکتا جس کے پیش نظر سیاسی یا تمدنی اصلاح ہو۔ میں اپنی قوم
 کی موجودہ عمرانی حرکت پر اسی پہلو سے نظر ڈالنا چاہتا ہوں یعنی اسکی
 تہابلی طور پر کرنا چاہتا ہوں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو

اقوام کے لئے سب سے زیادہ مہتمم بالشان عقدہ فقط یہ عقدہ ہو (خواہ اس کی نوعیت تمدنی قرار دی جائے خواہ اقتصادی خواہ سیاسی) کہ قومی ہستی کا سلسلہ بلا انقطاع کس طرح قائم رکھا جائے۔ رہنمائی یا معدوم ہو جانے کے خیال سے قومیں بھی ویسی ہی خائف ہیں جیسے افراد۔ کسی قوم کی مختلف عقلی یا غیر عقلی قابلیتوں اور استعدادوں کے محاسن کا اندازہ ہمیشہ اسی غایت الغایات سے کرنا چاہئے۔ ہم کو لازم ہے کہ اپنے محاسن کو جانچیں اور پرکھیں اور اگر ضرورت پڑے تو نئے محاسن پیدا کریں اس لئے کہ بقول نیٹشمن کے کسی قوم کی بقا کا دار و مدار محاسن کی مسلسل و غیر مختتم تولید پر ہوتا ہے۔ کائنات یقیناً جناب باری کی حکمت بالغہ کو سناچنے میں ڈھلی ہوئی معلوم ہوتی ہے مگر اس کا مفہوم سراسر انسانی ہے۔ لیکن اس تبصرہ کے آغاز سے پہلے میں چند تہیہی امور پر بحث کرنا چاہتا ہوں اس لئے کہ یہ بحث میرے نزدیک جماعت مسلمین کے متعلق کسی قطعی نتیجہ پر پہنچنے کے لئے ضروری ہے۔ یہ امور جن میں ترتیب وار نظر ڈالوں گا حیرت و دل

(۱) جماعت مسلمین کی ہستی ترکیبی

۱۲ اسلامی تمدن کی یکرنگی *

(۳) اس سیرت کا نودہ جو مسلمانوں کی قومی ہستی کے تسلسل کے لئے

لازمی ہے *

۱۳ مسلمانوں اور دنیا کی دوسری قوموں میں اصولی فرق

یہ ہے کہ قومیت کا اسلامی تصور دوسری اقوام کے تصور سے بالکل مختلف

ہے۔ ہماری قومیت کا اصل اصول نہ اشتراک زبان ہے نہ اشتراک وطن

اشتراک اغراض اقتصادی۔ بلکہ ہم لوگ اس برادری میں جو جناب

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمائی تھی اس لئے شریک ہیں

کہ مظاہر کائنات کے متعلق ہم سب کے معتقدات کا سرچشمہ ایک ہے

اور جو تاریخی روایات ہم سب کو ترکہ میں پہنچی ہیں وہ بھی ہم سب کے لئے

یکساں ہیں۔ اسلام تمام مادی قیود سے بیزار ہے ظاہر کرتا ہے اور اس کی

قومیت کا دار و مدار ایک خاص تنزیہی تصور پر ہے جس کی تجسیم کا وہ

جماعت اشخاص ہے جس میں بڑھتے اور پھیلتے رہنے کی قابلیت طبعاً

۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵۰۸ ۱۵۰۹ ۱۵۱۰ ۱۵۱۱ ۱۵۱۲ ۱۵۱۳ ۱۵۱۴ ۱۵۱۵ ۱۵۱۶ ۱۵۱۷ ۱۵۱۸ ۱۵۱۹ ۱۵۲۰ ۱۵۲۱ ۱۵۲۲ ۱۵۲۳ ۱۵۲۴ ۱۵۲۵ ۱۵۲۶ ۱۵۲۷ ۱۵۲۸ ۱۵۲۹ ۱۵۳۰ ۱۵۳۱ ۱۵۳۲ ۱۵۳۳ ۱۵۳۴ ۱۵۳۵ ۱۵۳۶ ۱۵۳۷ ۱۵۳۸ ۱۵۳

اس میں شک نہیں کہ قوم عرب نے جس کے بطن سے اسلام پیدا ہوا
 اس کی پوسل نشوونما میں بہت بڑا حصہ لیا لیکن اسلامی علوم و فنون
 اور فلسفہ و حکمت کے اصول و موتیوں کے رونے کا کام اور بیجہ کام
 ہی جو نفسِ ناطقہ انسانی کی اعلیٰ زندگی کے کارناموں سے متعلق ہے۔
 زیادہ تر غیر عرب اقوام ہی نے انجام دیا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ
 اسلام کا ظہور قوم عرب کی زندگی کی تاریخ میں یزیدیاں طلبی کی ایک
 آنی و عارضی جھلک ہونے کے لحاظ سے گویا برق کی چشمک تھی
 یا شرار کا تبسم تھا۔ لیکن اسلام کی داغی توانائیوں کا جولا نگاہ عرب
 نہ تھا بلکہ عجم تھا۔ پس چونکہ اسلام کا جو ہر ذاتی بلا کسی آمیزش کے بغیر
 طور پر ذہنی یا تجزیلی ہو لہذا کیونکر ممکن تھا کہ وہ قومیت کو کسی خارجی
 یا حسی اصول مثلاً وطن پر مبنی قرار دینا جائز تصور کرے۔ قومیت کا
 ملکی تصور جس پر زمانہ حال میں بہت کچھ حاشیے چڑھائے گئے ہیں
 اپنی آستین میں اپنی تباہی کے جراثیم کو خود پرورش کر رہا ہے۔ اس میں
 شک نہیں کہ قومیت کے جدید تصور نے چھوٹے چھوٹے پولیٹیکل
 حلقے قائم کر کے اور ان میں تباہی کے اس صحیح الہام

جس نے تمدن جدیدہ کی شاخ میں بوقلمونی کا بیوند لگایا ہے، دنیا کو تھوڑا
 بہت فائدہ ضرور پہنچایا ہو۔ لیکن بڑی خرابی اس تصور میں یہ ہے کہ
 اس میں غلو اور افراط کا شاخسانہ گل آتا ہے۔ اس نے بین الاقوامی
 میتیں کی نسبت غلط فہمی پھیلا رکھی ہے۔ اس نے پولیٹیکل سائنسوں
 اور منصوبہ بازیوں کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ اس نے فنون لطیفہ
 و علوم ادبیہ کو خاص خاص قوموں کی خصوصیات کی میراث
 قرار دیکر عام انسانی عنصر کو اس میں سے نکال دیا ہے۔ میں سمجھتا
 ہوں کہ وطن پرستی کا خیال جو قومیت کے تصور سے پیدا ہوتا ہے
 ایک طرح سے ایک مادی شے کا تالیف ہے جو سراسر اصول اسلام
 کے خلاف ہے اس لئے کہ اسلام دنیا میں ہر طرح کے شرک خفی و جلی
 کا قلع و قمع کرنے کے لئے نمودار ہوا تھا۔ لیکن اس سے یہ نہ
 گمان کیا جائے کہ میں جذبہ حب وطن کا سرے سے مخالف
 اتحاد حدود و ارضی پر مبنی
 سے حق بجانب ہے۔ لیکن
 نہ ہوں جو اس امر کے

متصرف ہونے کے باوجود کہ جذبہ حب وطن قومی سیرت کا ایک قیمتی عنصر ہے۔
 ہم مسلمانوں کی عصیّت کو نام دھرتے ہیں اور اسے وحشیانہ تعصب
 کہہ کر پکارتے ہیں۔ حالانکہ ہماری عصیّت ایسی ہی حق بجانب ہے
 جیسی ان کی وطن پرستی۔ عصیّت سے بجز اس کے اور کچھ
 مراد نہیں کہ اصولِ حق نفس بجائے اس کے کہ ایک فردِ واحد
 میں ساری دوائی ہو ایک جماعت پر اپنا عمل کرتا ہو۔ حیوانات کی
 تمام نوعیں کم و بیش ضرور متعصب ہوتی ہیں۔ اور اگر انہیں اپنی
 انفرادی یا اجتماعی ہستی پر قرار رکھتی ہو تو ضرور ہو کہ ان میں عصیّت
 موجود ہو۔ اقوامِ عالم پر نظر ڈالئے۔ ایک قوم بھی ایسی نہ ہوگی
 جو پیرایہ عصیّت سے عاری ہو۔ کسی فرانسیسی کے گدھب پر
 نکتہ چینی کیجئے۔ وہ بہت ہی کم متاثر ہوگا۔ اس لئے کہ آپ
 کی نکتہ چینی نے اُس اصول کو مس نہیں کیا جو اُس کی قومیت
 کی رُوح رواں ہے۔ بلکہ ذرا اُس کے تمدن اُس کے ملک یا
 پولیٹیکل سرگرمیوں کے کسی شعبہ کے متعلق۔ اُس کی قوم کے
 مجموعی طرزِ عمل یا شعار پر تو خردہ گیری کر دے۔

عصبیت کا شعہ بھڑک نہ اُٹھے تو ہم جانیں۔ بات یہ ہے کہ فرانسیسی
 کی قومیت کا انحصار اس کے معتقدات مذہبی پر نہیں ہے بلکہ
 جغرافیٰ حدود یعنی اس کے ملک پر ہے۔ پس جب آپ اس خاص
 خطہ زمین پر جسے اُس نے اپنے تخیل میں اپنی قومیت کا اصلی
 اصول قرار دے رکھا ہے معترض ہوتے ہیں تو آپ اُس کی عصبیت
 کو حاجی طور پر برا بھلا کہتے ہیں۔ لیکن ہماری حالت اس سے بالکل
 مختلف ہے۔ ہماری قومیت ایک شے معلومہ فی الذہن ہے موجود
 فی الخارج نہیں ہے۔ بلحاظ ایک قوم ہونے کے ہم جس مرکز پر آکر جمع
 ہو سکتے ہیں وہ مظاہر آفریقہ کے متعلق ایک خاص قسم کا اثراتی
 سمجھوتا ہے جو ہم نے آپس میں کر رکھا ہے۔ پس اگر کسی کا ہمارے مذہب
 کو برا کہنا ہماری آتش عصبیت کو برا فروختہ کرتا ہے تو میری ذمت
 میں یہ برا فروختگی اُس فرانسیسی کے غصہ سے کچھ کم واجب نہیں ہے جو
 اپنے وطن کی برائیاں سن کر بھڑک اُٹھتا ہے۔ عصبیت سے صرف
 بگاڑ تنفر دیکھنا اس کے
 تان جب کبھی مجھے کسی خاص

مشرقی رسم یا طرز خیال کو کسی انگلش لٹری چنٹلیس کے سامنے بیان کرنے
 کا اتفاق ہوا تو مجھے یاد نہیں پڑتا کہ اس پر اظہارِ تعجب نہ کیا گیا ہو
 جس سے مجھے رہ رہ کر یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ ان لوگوں کے نزدیک
 ہر غیر انگلش خیال کو یادِ داخلِ عجائباتِ قدرت ہی۔ مجھے انگریزی قوم
 کا یہ و طیر نہایت ہی پسند ہی۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ قوم
 پیرایہ تحمیل سے عاری ہے جس خاک سے شیکسپیر شیلی۔
 کیٹس۔ ٹینیسن اور سوئبرن پیدا ہوئے ہوں وہ بھلا خیال
 آفرینیوں اور ذہانت آرائیوں سے کیونکر محروم ہو سکتی ہے۔ البتہ
 یہ بات ہمیں مانتی پڑتی ہے کہ انگلستان کا طریقہ مائد و بود اور طرز
 خور و فکر وہاں کے آئین و قوانین اور اس کے رسم و رواج
 اس ملک کے رہنے والوں کی زندگی کے اجزائے لاینفک بن گئے ہیں
 غرض مذہبی خیال بلا اس دینی راکتناز کے جو افراد کی آزادی
 میں غیر ضروری طور پر خلل انداز ہو اسلامی جماعت کی ہیبت ترکیبی کا
 مدار علیہ ہے۔ آگسٹس ٹونٹ کا قول ہے کہ چونکہ مذہب ہماری کل مستی
 پر حاوی ہے لہذا اس کی تاریخ ہماری

ہونی چاہئے۔ یہ قول جیسا ہماری قوم پر صادق آتا ہے ویسا کسی اور قوم پر
 ہمیں صادق آتا لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ اگر اسلامی عجمت
 کی مہیت ترکیبی کا انتہائی دار علیہ محض وہ چند معتقدات ہیں جن کی
 نوعیت مابعد الطبیعی ہے تو کیا یہ بنیاد نہایت ہی متزلزل نہیں ہے؟
 خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ علوم جدیدہ تیز پرت رفتاری کر رہے ہیں اور
 ہر بات کے جس وجہ کو پرکھنا اور معقولات اور منطقی استدلال سے
 قدم قدم پر کام لینا ان علوم کا لازمہ قرار دیا گیا ہے۔ مشہور فرانسیزی
 مستشرق رنیاں کا یہی خیال تھا اور بے الفاظ میں اُس نے یہ
 امتیظ ظاہر کی تھی کہ اسلام ایک نئے دنیا کے ایک بڑے حصے کی عقلی
 و خداتی پیشوائی کے منصبِ اعلیٰ سے گرجا بیگا۔ جن اقوام کی قضاہی
 زندگی کا اصل اصول حدودِ ارضی سے وابستہ ہوا نہیں معقولات سے
 خالف نہ ہونا چاہئے۔ لیکن ہمارے حق میں یہ ایک خطرناک دشمن ہے
 اس لئے کہ یہ اسی اصول کو مٹانا چاہتا ہے جس پر ہماری قومی رہتی
 قابلِ فہم بنا رکھا ہے۔
 سے اُس قومی شیرازہ کے

پکھر جانے کا اندیشہ ہو جو مذہبی قوت کا باندھا ہوا ہو۔ اگرچہ اس میں
 شک نہیں کہ ہم معقولات کا تو عقلی حربوں سے کر سکتے ہیں لیکن میں
 جس بات پر زور دینا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اعتقاد یعنی ہمہ گیر وفاق
 کا وہ نکتہ جس پر ہماری جماعت کی وحدت منحصر ہے۔ ہمارے لئے
 اپنے مفہوم کے لحاظ سے عقلی نہیں بلکہ قومی ہے۔ مذہب کو فلسفہ نظری
 بنانے کی کوشش کرنا۔ میری رائے میں بے سود محض بلکہ لغو و مہمل ہے
 اس لئے کہ مذہب کا مقصد یہ نہیں ہے کہ انسان بھٹکا ہوا زندگی کی
 حقیقت پر غور کیا کرے۔ بلکہ اس کی اصلی غایت یہ ہے کہ زندگی کی
 سطح کو تدریج بلند کرنے کے لئے ایک مربوط و متناسب عمرانی نظام
 قائم کیا جائے۔ مذہب سیرت انسانی کا ایک نیا اسلوب یا نمونہ پیدا
 کر کے اس شخص کے اثر کے لحاظ سے جو اس سیرت کا مظہر ہو اس نمونہ
 کو دنیا میں پھیلا نا چاہتا ہے اور اس طور پر چونکہ وہ ایک نئی دنیا کو
 نیست سے ہست کرتا ہے لہذا اس پر مابعد الطبیعیات کا اطلاق
 ہوتا ہے۔ میری مراد ان تمام باتوں سے کہ اور بیان کی گئی ہیں یہ
 ہے کہ اسلام کی حقیقت ہمارے لئے یہی نہیں ہے کہ

اس سے بہت بڑھ کر ہے۔ اسلام میں قومیت کا مفہوم خصوصیت کے ساتھ چھپا ہوا ہے اور ہماری قومی زندگی کا تصور اُس وقت تک ہمارے ذہن میں نہیں آ سکتا جب تک کہ ہم اصول اسلام سے پوری طرح باخبر نہ ہوں۔ بالفاظ دیگر اسلامی تصور ہمارا وہ ابدی گھر یا وطن ہے جس میں ہم اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ جو نسبت انگلستان کو انگریزوں اور جرمنی کو جرمنوں سے ہو وہ اسلام کو ہم مسلمانوں سے ہے۔ جہاں اسلامی اصول یا ہماری مقدس روایات کی اصطلاح میں خدا کی رسی ہمارے ہاتھ سے چھوٹی اور ہماری جماعت کا شیرازہ بکھرا۔

ثانیاً:-

معتقدات مذہبی کی وحدت جس پر ہماری قومی زندگی کا دار و مدار ہے اگر مضامین سے تعبیر کی جائے تو اسلامی تہذیب کی یک نگی بنزلہ اُس کے مضامین الیہ کے ہے۔ محض اسلام پر ایمان لے آنا اگرچہ نہایت ہی ضروری ہے لیکن کافی و مکفی نہیں ہے۔ قومی ہستی میں شریک ہونے کی غرض سے ہر فرد کے لیے قلب مہمیت لازمی ہے اور اس قلب کا طور پر توارکان و قوانین اسلام کی

پابندی کرنی چاہئے اور اندرونی طور پر اس ایک رنگ تہذیب و نشاۃ کی
 سے استفادہ کرنا چاہئے جو ہمارے اماواجداد کی متفقہ عقلی تحریک
 کا حاصل ہے۔ اسلامی جماعت کی تاریخ پر جس قدر زیادہ غور
 کیا جائے گا اُسی قدر یہ تاریخ حیرت انگیز و تعجب خیز نظر آئے گی۔
 اُس دن سے جبکہ اسلام کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ سوہویں صدی
 کے آغاز تک یعنی تقریباً ایک ہزار سال کا زمانہ اس بے چین
 قوم نے ملک گیر یوں اور جہاں کشائیوں میں صرف کیا۔ اگر
 یہ اس ہمہ گیر مشغلہ میں منہمک ہونے کے باعث انہیں کسی دوسرے
 شغل کی فرصت نہ ہو سکتی تھی۔ لیکن پھر بھی اسلامی دُنیا نے علم و
 حکمت کے قدیم خزانوں کو ڈھونڈ نکالا اور ان پر اپنی طرف
 سے معتدیم اضافہ کر کے ایک عدیم الفیلم لٹریچر کا سرمایہ دُنیا
 کے سامنے پیش کیا اور اس کے علاوہ ایک ایسے جامع و مانع

کے ہمہ گیر خیال کی مسک میں مشک کرنا اپنی غایت سمجھے ہوئے ہر
 اسی طرح مسلمانوں کی تہذیب و شائستگی کا معیار بھی عالمگیر ہے اور
 انکا وجود اور نشو و نما کسی ایک قوم خاص کی دماغی قابلیتوں کا مرکب
 بنت نہیں ہے۔ البتہ ایران اس تہذیب و شائستگی کی نشو و نما کا جزو
 اعظم قرار پاسکتا ہے۔ اگر مجھ سے یہ سوال کیا جائے کہ تاریخ اسلام کا
 سب سے زیادہ اہم واقعہ کونسا ہے تو میں بلا تامل اس کا یہ جواب دینگا
 کہ فتح ایران۔ معرکہ نہاوند نے عربوں کو نہ صرف ایک دلفریب سرزمین
 کا مالک بنا دیا بلکہ ایک قدیم قوم پر مسلط کر دیا جو سامی اور آریہ مسک
 سے ایک نئے تمدن کا محل تعمیر کرانے کی قابلیت رکھتی تھی۔ ہمارا
 اسلامی تمدن سامی نفسک اور آریہ تنخیل کے اختلاط کا حاصل ہے۔
 جب ہم اس کے خصائل و شمائل پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے
 کہ اس کی نزاکت اور دلربائی اسے اپنی آریہ ماں کے بطن سے
 اور اس کا وقار و وسار اسے اپنے سامی باپ کے صلب سے
 ترکہ میں ملا ہے۔ فقہاء اسلام نے اس کو وہی گراماۃ امتناع
 ہاتھ آئے۔ باعث اہل۔ ماسکے حصہ میں آئی تھی۔ اگر

ایران نہ ہوتا تو ہمارے نژدہ کی تصویر بالکل ایک رسی ہوتی۔

یہاں ضمناً اس امر کا ذکر کرنا بیجا نہ ہوگا کہ وہ قوم جس کے اختلافات نے عربوں اور مغلوں کی شکل ہی بدل دی عقلی و ادراکی لحاظ سے مرد نہیں ہے ایران جس کی پولیٹیکل آزادی کو روس کی غاصبانہ آرزوؤں نے معترضِ خطر میں ڈال رکھا ہے ابھی تک اسلامی تہذیب کا ایک بڑا مرکز ہے۔ اور ہم لوگوں کی دلی تمنا ہے کہ اسلامی دنیا میں اس کا وہ درجہ جو اب تک قائم رہتا چلا آیا ہے بدستور قائم رہے۔ ایران کے شاہی خاندان کے لئے ایران کی پولیٹیکل آزادی کا فقدان فقط اسکا ہم معنی ہوگا کہ زمین کا ایک ٹکڑا اس کے قبضہ سے نکل گیا۔ لیکن اسلامی تہذیب کے لئے یہ واقعہ تیرہویں صدی کے تاتاری حملہ سے بھی زیادہ بلاخیر و مصیبت انگیز ہوگا۔ بہر حال یہ ایک پولیٹیکل بحث ہے جس میں میں اس وقت نہیں پڑنا چاہتا۔ میں صرف یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ جماعتِ مسلمین کا زندہ رہ کر رہنے کے لئے ایران کو زیر

ختم میں غوطہ لگانے کا مدعا یہ ہے کہ مسلمان دورنگی چھوڑ کر ایک رنگ
 ہو جائیں اُن کا ذہنی منظر ایک ہو۔ وہ منظر آفرینش پر ایک خاص
 پہلو سے نظر ڈالیں۔ اسٹیار کی ماہیت اور قدر و قیمت کو اس انداز
 خاص کے ساتھ جانچیں جو جو نعمت اسلامی اور دوسری جماعتوں کا
 ماہر الامتیاز ہے اور جو مسلمانوں کو ایک غایت مختصہ و مقصدہ معینہ
 کے پیرائے سے آراستہ کر کے انہیں کُل مَوَظِنِ اخْوَةِ کی کتاب
 کے اوراق بنا دیتا ہے۔

ثالثاً:- رشتہ ثانی کے تحت میں ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس
 واضح ہو گیا ہو گا کہ اسلامی سیرت کے نمونے کی نمایاں خصوصیات کیا کیا ہوئی
 چاہئیں۔ لیکن یہ جتنا دینا ضروری ہے کہ سیرت کے وہ مختلف نمونے جنہیں
 ایک قوم پسندیدگی کی نظر سے دیکھتی ہو سخت و اتفاق کی کورانہ قوتوں
 ہی کا حاصل نہیں ہیں۔ زمانہ حال کا علم عمرانیات ہمیں یہ یکتہ سکھاتا
 ہے کہ قوموں کا اخلاقی تجربہ اس خاص قوانین معیت نہ کا تابع
 ہوا کرتا ہے۔ زمانہ قاتلہ نہ جب کہ زندہ رہنے کے لئے انسان
 کو

وہ جہانی قوتوں سے زیادہ کام لیتا تھا تو ہی شخص کی سب تعریف و
تقلید کرتے تھے جو شہسوار ہوتا تھا۔ جب جہد للبقا کی کشمکش فرو
ہوئی اور خطرہ زائل ہو گیا تو دورِ شجاعت گیا اور ہتسلاح گدنگس
دورِ مردت آیا جس میں حُرأت و دلاوری اگرچہ پھر بھی مستحسن سمجھی
جاتی تھی۔ لیکن انسانی سیرت کا ہر دلعزیز اور عام پسند نمونہ وہ
شخص منظور ہوتا تھا جو شہسوار کی ہر صفت کا رسیا ہو اور فیاضی
و ایثار اور ہم فواگی و ہم پیالگی کے گوناگون اوصاف سے متصف
ہو۔ لیکن چونکہ ان دونوں اسالیب کا میلان غلو و افراط کی جانب
تھا لہذا ان کے عمل کا رد ایک تیسرے نمونہ یا اسلوب نے کیا
جس کی غایت الغایت ضبط نفس ہو اور جو زندگی پر زیادہ متانت
و تقشف کے ساتھ نظر آتا ہے۔ ہندوستان میں جب ہم اسلامی
جماعت کے ارتقا کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں تین اسلوبِ اول
کا منظر نظر آتا ہے۔ بارہ اسالیبِ اول دوم کے امتزاج کو ظاہر کرتا ہے

کی اسلامی قومیت کی نشوونما کا نقطہ آغاز ہیں اسلوب ثالث کا
 چہرہ کشائی۔ اُن لوگوں کے نزدیک جنہوں نے عالمگیر کے حالات
 تاریخ ہند کے مغربی شارحین کی زبانی سُنے ہیں۔ عالمگیر کا نام سفاکی
 و طاقت جبر و استبداد۔ مکاری و غداری اور پولیٹیکل سازشوں
 اور منصوبوں کے ساتھ وابستہ ہے۔ غلط بحث کا خوف مانع ہے ورنہ
 میں متعاصراتہ تاریخ کے واقعات کی صحیح تعبیر و تفسیر سے ثابت کرتا کہ
 عالمگیر کی پولیٹیکل زندگی کی وجوہ تحریک ہر اسے جابر و حق بجانب تھیں۔
 اس کے حالات زندگی اور اس کے عہد کے واقعات کا منظر تھا
 مطالعہ کرنے کے بعد مجھے یقین واثق ہو گیا ہے کہ جو الزامات
 اُس پر لگائے جاتے ہیں وہ واقعات متناصرہ کی غلط تعبیر اور اُن
 تمدنی و سیاسی قوتوں کی غلط فہمی پر مبنی ہیں جو ان دنوں سلطنتِ
 اسلام کے طول و عرض میں غلج کر رہی تھیں۔ میری رائے میں
 قومی سیرت کا وہ اسلوب جس کا سائنہ عالمگیر کی ذات نے ڈالا ہے
 محض اسلامی سیرت کا نام ہے اور ہماری تعلیم کا مقصد یہ ہونا چاہیے
 کہ اُسے اور مسلمان ہر وقت اسے پیش نظر رکھیں

۱۔ غریبی خیال اسلامی جماعت کا سرچشمہ زندگانی ہے۔ اس جماعت کی صحت و توانائی کے قائم رکھنے کے لئے اُن مخالف قوتوں کی نشوونما کو جو اس کے اندر کام کر رہی ہیں بغور دیکھتے رہنا چاہئے۔ اور خارجی عناصر کی صریح آمیزش سے اول تو بچنا اور یا اگر آمیزش منظور ہی ہو تو اس امر کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ یہ آمیزش آہستہ آہستہ اور بتدریج ہو تاکہ نظام مدنی کی قوتِ آخذہ اور جاذبہ پر زیادہ زور نہ پڑے اور اس طور پر یہ نظام بالکل ہی درہم و برہم نہ ہو جائے۔

۲۔ جماعت اسلامی سے جس فرد کو تعلق ہو اُس کا ذہنی سرگرمی اس دولت سے ماخوذ ہونا چاہئے جو اس کے آبا و اجداد کی دماغی قابلیتوں کا حاصل ہے تاکہ وہ ماضی و مستقبل کے ساتھ حال کے ربط و تسلسل کو محسوس کر رہا ہے۔

۳۔ اس کے خصائل و شمائل اس خاص اسلوبِ سیرت کے مطابق ہوں جس کو میں سرگزشتہ اسلوب سے تعبیر

اب میں تمدن کے مختلف شعبوں میں مسلمانوں کے قومی کاموں کی قدر و قیمت کا جائزہ لیتا ہوں۔ اسلامی دُنیا نے جہاں بانی - مذہب - ادب - حکمت - درس و تدریس - وقائع نگاری صنعت و حرفت اور تجارت کی اصناف میں جو جو کام کیا ہے اس کی مہر و تنقید کمی ضخیم جلدوں کی محتاج ہوگی۔ عالم اسلام میں جو واقعات اس وقت پیش آرہے ہیں وہ نہایت ہی معنی خیز ہیں۔ اور اُن پر تفحص کی نگاہ ڈالنا بہت کچھ سبق آموز ثابت ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ کام جدید محنت طلب ہے اور میں اس کی انجام دہی سے قاصر ہوں۔ اس لئے میرا مقصد صرف مسلمانانِ ہند کے کارناموں سے متعلق ہوگا۔ اگرچہ اس موضوع پر بھی اُن مختلف مسائل کی نسبت جو ہمیں درپیش ہیں۔ میں شرح و بسط کے ساتھ راجوئی نہ کر سکوں گا۔ یہ صرف دو امور سے بحث کرونگا۔

(۱) تعلیم اور

عامہ خلایق کی عام حالت کی اصلاح -

دہشتہ پچاس سال کے دوران میں مسئلہ تعلیم ہماری ہمتوں

اور سرگرمیوں کا نصب العین بنایا ہے۔ یہ سوال کرنا بیجا نہ ہوگا کہ آیا اشاعتِ تعلیم میں ہم نے کسی خاص غایت کو پیش نظر رکھا ہے یا استقبال کی طرف سے مطلقاً خالی الذہن ہو کر محض حال کی فوری اغراض کا لحاظ کیا ہے؟ ہم نے کس قسم کے تعلیم یافتہ شخصوں کو تیار کئے ہیں؟ آیا ان اشخاص کی قابلیت ایسی ہے کہ ہم دنیا کی کسی مختص ترکیب جماعت کی عمرانی ہستی کے تسلسل کی کفایت ہو سکے؟

ان سوالات کے جوابات کنایتہ پہلے ہی دیئے جا چکے ہیں۔ علم انفس کے اصول سے جو لوگ واقف ہیں انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ نفسِ ناطقہ کی وہ کیفیت جسے استبصار یا ہشیاری سے تعبیر کرتے ہیں۔ ذہنی حالتوں کے باقاعدہ توازن پر منحصر ہوتی ہے۔ جب نفسِ ناطقہ کے سلسلہ ہشیاری میں خلل واقع ہو جاتا ہے تو نفس بیمار پڑ جاتا ہے جس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ قوائے حیوانی رفتہ رفتہ تخیل ہو جاتے ہیں۔ یہی حالت اقوام کے نفسِ ناطقہ کی ہر جنس کا تسلسل اس اجتماعی تجربہ کے باقاعدہ انتقال پر ہو جو نسل بعد نسل قوم کو اپنے اسلاف سے میراث میں پہنچتا رہتا ہے تعلیم کا مقصد

یہ ہے کہ اس قوارث متوالیہ کی مؤید ہو کر نفس ناطقہ قومی کو استبداد کا
 اہل بنائے تاکہ وہ اپنی ذات کے اور اک پرست اور ہو سکے۔ فرد کارابلہ
 اتحاد اس قوم کے ساتھ جس کا وہ جڑ ہے اگر بڑھ سکتا ہے تو اسی اُستہ
 کوشش سے۔ تعلیم کے ذریعہ سے روایات مجتہدہ کے جو مختلف اجزا
 اس طور پر منتقل کئے جاتے ہیں وہ نفس ناطقہ قومی میں جذب اور پست
 ہو کر اُن چند افراد قوم کے لئے میل و فرسنگ کا کام دیتے ہیں جس کی
 پوری زندگی اور کل قابلیت غور و فکر قوم کے مختلف غایات و مقاصد
 کی منتر لیں طے کرنے میں گزر جاتی ہے۔ مثلاً ایک قوم کی قانونی
 تاریخ اور علمی روایات اس قوم کے متفینوں مورخوں اور دانشوروں
 کی چشم بصیرت کے سامنے ہر وقت ایک نمایاں شکل میں موجود رہتی ہیں
 اگرچہ قوم کو مجموعی حیثیت سے ان روایات کا ادراک مبہوم و مبہم طور
 پر ہوتا ہے۔ اس نقطہ خیال سے اگر ہم اپنے تعلیمی کارناموں کی قدر
 و قیمت کا اندازہ لگائیں تو معلوم ہوگا کہ موجودہ نسل کا نوجوان مسلمان
 قومی سیرت کے اسالیب کے لحاظ سے ایک بالکل نئے اسلوب کا
 پھل ہے جس کی عقلی زندگی کی تصویر کا پردہ اسلامی تہذیب کا پردہ

نہیں ہو۔ حالانکہ اسلامی تہذیب کے بغیر میری رائے میں وہ صرف نیم مسلمان بلکہ اس سے بھی کچھ کم ہے اور وہ بھی اس صورت میں کہ اس کی خالص دینی تعلیم نے اس کے مذہبی عقاید کو متزلزل نہ کیا ہو۔ اس کا دماغ مغربی خیالات کی جولا لگاہ بنا ہوا ہے اور میں اسے دوسرے کلائمات کہتا ہوں کہ اپنی قومی روایات کے پیرائے سے عاری ہو کر اور مغربی لٹریچر کے نشہ میں ہر وقت سرشار رہ کر اس نے اپنی قومی زندگی کے ستون کو اسلامی مرکز ثقل سے بہت پرے ہٹا دیا ہے۔ بلا خوف تردید میرا یہ دعویٰ ہے کہ دنیا کی کسی قوم نے ایسی اعلیٰ اور قابل تقلید مثالیں اپنے افراد میں پیدا نہیں کیں۔ جیسی ہماری قوم نے لیکن بااں ہمہ ہمارے نوجوان جو اپنی قوم کی سوانح عمری سے بالکل نا بلد ہے۔ مغربی تاریخ کے شاہیر سے استحساناً و استہدائاً رجوع کرنا پڑتا ہے۔ عقلی دادر کی لحاظ سے وہ مغربی دنیا کا غلام ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسکی روح اس صحیح القوام خود داری کے عنصر سے خالی ہے جو اپنی قومی تاریخ اور قومی لٹریچر کے مطالعہ سے پیدا ہوتی ہے۔ ہم نے اپنی تعلیم جتنی

میں اس حقیقت پر جس کا اعتراف تجربہ آج ہم سے کرا رہا ہے نظر نہیں ڈالی کہ اغیار کے تمدن کو بلا مشارکت احدے اپنا ہر وقت کا رفیق بنائے رکھنا گویا اپنے تئیں اس تمدن کا حلقہ گوش بنالینا ہے۔ یہ وہ حلقہ گوش ہے جس کے نتائج کسی دوسرے مذہب کے دائرہ میں داخل ہونے سے بڑھ کر خطرناک ہیں۔ کسی اسلامی مُصنّف نے اس حقیقت کو مولانا اکبر سے زیادہ واضح طور پر نہیں بیان کیا جوئی نسل کے مسلمانوں کی موجودہ عقلی زندگی پر ایک نظر غار ڈالنے کے بعد حسرت آفرین لہجہ میں پکار اُٹھتے ہیں :-

شیخ مرحوم کا قول اب مجھے یاد آتا ہے
دل بدل جائیگے تعلیم بدل جانے سے

شیخ مرحوم کنا یہ جو ٹھیکہ اسلامی تہذیب کے اُس قدامت انتساب نام لیوا سے جو مغربی تعلیم کے بارہ میں سرسید احمد خاں مرحوم کے ساتھ مدّت العمر لڑا جھگڑا کیا۔ آج ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ بیچارے شیخ کا خوف بے بنیاد نہ تھا۔ کیا اب بھی کسی کو اس میں کلام ہے کہ شیخ مرحوم کے قول میں جو سچائی کا شائبہ مضمر ہے اس پر ہماری تعلیم کا حاصل زندہ گواہ

ہے۔ مجھے امید ہے کہ ان کڑوی کیلی باتوں کے سُسنے والے مجھے
 معاف فرمائیں گے۔ آج کل کی طالب العلماء زندگی سے چونکہ گزشتہ
 دس بارہ سال کی مدت میں مجھے سابقہ پڑتا رہا ہے اور میں ایک ایسے
 مضمون کا درس دیتا رہا ہوں جس کو مذہب سے قریب کا تعلق ہو
 لہذا میں اس بابت کا تھوڑا بہت استحقاق رکھتا ہوں کہ میری باتیں
 سُنی جائیں۔ مجھے رہ رہ کر یہ سچ وہ تجربہ ہوا ہے کہ مسلمان طالب العلم
 جو اپنی قوم کے عمرانی اخلاقی اور سیاسی تصورات سے نا بلند ہو
 روحانی طور پر بمنزلہ ایک نیجان لاش کہے اور اگر موجودہ صورت
 حالات اور بیس سال تک قائم رہی تو وہ اسلامی رُوح جو تہذیب
 اسلامی تہذیب کے چند علم برداروں کے فرسودہ قالب میں ابھی
 تک زندہ ہے۔ ہماری جماعت کے جسم سے بالکل ہی نکل جائیگی۔
 وہ لوگ جنہوں نے تعلیم کا یہ اصل الاصول قائم کیا تھا کہ ہر مسلمان
 بچہ کی تعلیم کا آغاز کلام مجید کی تعلیم سے ہونا چاہیے وہ ہمارے
 مقابلہ میں ہماری قوم کی ماہست و نوعیت سے زیادہ باخبر تھے۔
 ہماری قومی سرگرمیوں کی محرک اقتصادی اغراض ہی نہیں ہوتی

چاہئیں۔ قوم کی وحدت کی بقا اور اس کی زندگی کا تسلسل قومی آرڈروں کا ایک ایسا نصب العین ہے جو فوری اغراض کی تکمیل کے مقابلہ میں بہت زیادہ اشرف و اعلیٰ ہے۔ ایک قلیل البضاعت مسلمان جو سینہ میں ایک درد بھرا اسلامی دل رکھتا ہو میری رائے میں قوم کے لئے بمقابلہ اس پیش قرار تنخواہ پانے والے آزاد خیال گریجویٹ کے زیادہ سرمایہ نداشت ہے جس کی نظروں میں اسلام اصول زندگی نہیں ہے بلکہ محض ایک آلہ جذب منفعت ہے جس کے ذریعہ سے بڑے بڑے سرکاری عہدے زیادہ تعداد میں چاہل کئے جاسکتے ہیں۔ میری ان باتوں سے یہ خیال نہ کیا جائے کہ میں مغربی تہذیب کا مخالف ہوں۔ اسلامی تاریخ کے ہر مبصر کو لامحالہ اس امر کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ ہمارے عقلی و ادراکی گہوارے کو جھٹانے کی خدمت مغرب ہی نے انجام دی ہے۔ فلسفیانہ تنقید کی سرزمین

میں ہم شاید ابھی تک سجائے عربی یا ایرانی ہونے کے زیادہ تر یونانی
 نظر آ رہے ہیں۔ یا اس ہمہ اس سے کسی کو انکار نہ ہوگا کہ خود ہماری
 خالص اسلامی تہذیب اپنی مثال آپ ہے اور تعلیم کا کوئی جدید
 اسلامی نظام متعلّیٰ کی قومیت پر حرف لائے بغیر اس کو نظر انداز
 نہیں کر سکتا۔ اسلامی یونیورسٹی کے خیال کا ہمارے دل میں پیدا ہونا
 حقیقت میں ہماری قومی ہستی کے حق میں ایک مبارک علامت ہے۔
 جب ہم اپنی قوم کی نوعیت پر نظر ڈالتے ہیں تو اس قسم کے دارالعلم کی
 ضرورت میں شک و شبہ کی مطلق گنجائش نہیں رہتی بشرطیکہ یہ
 دارالعلم ٹھیٹھ اسلامی اصول پر چلایا جائے۔ کوئی قوم اس رشتہ کو
 یک بیک نہیں توڑ سکتی جو اسے اس کے ایام گذشتہ سے جوڑ
 ہوئے ہے۔ اور مسلمانوں کے لئے تو اس تعلق کو چھوڑ دینا اور بھی
 محال ہے جن کی مجموعی روایات ان کی قومیت کی جان ہیں مسلمان

کو بیشک علوم جدیدہ کی تیز رفتاری کے قدم بہ قدم چلنا چاہئے
 لیکن یہ بھی ضرور ہے کہ اُس کی تہذیب کا رنگ خالص اسلامی ہو۔
 اور یہ اُس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ ایک ایسی یونیورسٹی
 موجود نہ ہو جسے ہم اپنی قومی تعلیم کا مرکز قرار دے سکیں۔ ہم کو یہ سمجھ لینا
 چاہئے کہ اگر ہماری قوم کے نوجوانوں کی تعلیمی اُٹھان اسلامی نہیں
 ہو تو ہم اپنی قومیت کے پودے کو اسلام کے آبِ حیات سے نہیں
 پہنچ رہے ہیں اور اپنی جماعت میں پگے مسلمانوں کا اضافہ نہیں
 کر رہے ہیں بلکہ ایک ایسا نیا گروہ پیدا کر رہے ہیں جو بوجہ کسی اکتنازی
 یا اتحادی مرکز کے نہ ہونے کے اپنی شخصیت کو کسی دین کھو بیٹھ گیا
 اور گرد و پیش کی اُن قوموں میں سے کسی ایک قوم میں ضم ہو جائیگا
 جس میں اس کی نسبت زیادہ قوت و جان ہوگی۔

لیکن ہندوستان میں اسلامی یونیورسٹی کا قائم ہونا ایک

اور لحاظ سے بھی نہایت ضروری ہو۔ کون نہیں جانتا کہ ہماری قوم کے
 عوام کی اخلاقی تربیت کا کام ایسے علما اور واعظ انجام دے رہے
 ہیں جو اس خدمت کی انجام دہی کے پوری طرح سے اہل نہیں ہیں۔ لہٰذا
 کہ ان کا مبلغ علم اسلامی تاریخ اور اسلامی علوم کے متعلق نہایت ہی
 محدود ہے۔ اسحاق اور مذہب کے اصول و فروع کی تفسیر کے
 لئے موجود زمانہ کے واعظ کو تاریخ اقتصادیات اور عمرانیات کے
 حقائق عظیمہ سے آشنا ہونے کے علاوہ اپنی قوم کے لٹریچر اور
 تخیل میں پوری دسترس رکھنی چاہئے۔ آئندہ - علیگڑھ کالج -
 مدرسہ دیوبند اور اسی قسم کے دوسرے مدارس جو الگ الگ کام
 کر رہے ہیں اس بڑی ضرورت کو رفع نہیں کر سکتے۔ ان تمام کچھ
 ہوئی تعلیمی قوتوں کا شیرازہ بند ایک وسیع تر اغراض کا مرکزی دارالعلم
 ہونا چاہئے جہاں افراد قوم نہ صرف خاص قابلیتوں کو نشوونما
 دینے کا موقع حاصل کر سکیں بلکہ تہذیب کا وہ اسلوب یا سانچہ تیار
 کیا جاسکے جس میں زمانہ موجودہ کے ہندوستانی مسلمان کو ڈھلتا
 چاہئے۔ پس یہ امر قطعی طور پر ضروری ہے کہ ایک نیا مشا

دارالعلم قائم کیا جائے جس کی مستند نشین اسلامی تہذیب ہو اور جس میں قدیم و جدید کی آمیزش عجیب و دلکش انداز سے ہوئی ہو۔ اس قسم کی تصویروں کی کھینچنا آسان کام نہیں ہے۔ اس کے لئے اعلیٰ تحصیل۔ زمانہ کے رجحانات کا لطیف احساس اور مسلمانوں کو تاریخ اور مذہب کے مفہوم کی صحیح تعبیر لازمی ہے۔

اس بحث کے خاتمہ سے پہلے میں مسلمان عورتوں کی تعلیم کے متعلق چند کلمات کہنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اسلام میں عورتوں کا جو درجہ ہے اس پر تفصیلی رائے زنی کرنے کی یہاں گنجائش نہیں۔ البتہ کھلے کھلے لفظوں میں اس امر کا اعتراف میں ضرور کروں گا کہ بظہر آیه کریمہ الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ میں مرد اور عورت کی مساوات مطلق کا حامی نہیں ہو سکتا۔ یہ ظاہر ہے کہ قدرت نے ان دونوں کے تفویض حسب اجدا خہ متیں کی ہیں اور ان فرائض جہاں گاہ کی صحیح اور باقاعدہ انجام دہی خانوادہ انسانی کی صحت اور صلاح کے لئے لازمی ہے۔ مغربی دنیا میں جہاں نفسی نفسی کا ہنگامہ گرم ہے اور غیر مقتدل مسابقت نے ایک خاص قسم کی

اقتصادی حالت پیدا کر دی ہو۔ عورتوں کا آزاد کرویا جانا ایک ایسا تجربہ ہے جو میری دانست میں بجائے کامیاب ہونے کے اگلا نقصال رسالہ ثابت ہوگا اور نظام معاشرت میں اس سے بچہ بچہ پیدا کیاں واقع ہو جائیگی۔ اور عورتوں کی اعلیٰ تعلیم سے بھی جس حد تک کہ افراد قوم کی شرح ولادت کو تعلق ہے جو نتائج مترتب ہونگے وہ بھی غالباً پسندیدہ نہ ہونگے۔ مغربی دنیا میں جب عورتوں نے گھر کی چار دیواری سے باہر نکل کر کسب معاش کی جدوجہد میں مردوں کا ساتھ دینا شروع کیا تو خیال یہ کیا جاتا تھا کہ ان کی یہ اقتصادی حریت دولت کی پیداوار میں مستند بہ اضافہ کریں گی لیکن تجربہ نے اس خیال کی نفی کر دی۔ اور ثابت کر دیا کہ اس خاندانی وحدت کے رشتہ کو جو بنی نوع انسان کی روحانی زندگی کا جزوِ اعظم ہے یہ حریت توڑ دیتی ہے۔

میں اس حقیقت کے اعتراف کے لئے آمادہ ہوں کہ زمانہ حال میں کسی جماعت کا محض مقامی قوتوں کے ذریعہ سے نشوونما پانا محال ہے۔ ریل اور تار نے زمان اور مکان کے پردہ کو درمیان

سے اٹھا سا دیا ہے اور دنیا کی مختلف قومیں جن میں پہلے پبلک سٹرکشن
 حائل تھا اب پہلو بہ پہلو بیٹھی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اس ہم نشینی کا
 نتیجہ یہ ہونے والا ہے کہ بعض قوموں کی تو حالت بدل کر رہجائی
 اور بعض قومیں بالکل ہی ملیا پیسٹ ہو چکی۔ جو عظیم الشان
 اقتصادی عمرانی اور سیاسی قومیں اس وقت دنیا میں اپنا عمل
 کر رہی ہیں ان کے نتائج کے بارے میں کوئی شخص پیش رفتی
 کی راہ سے رائے زنی نہیں کر سکتا۔ لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہیے
 کہ گو کسی قوم کے لئے بغرض تکمیل صحت اپنی تمدنی آب و ہوا کی
 تبدیل کے طور پر کسی غیر قوم کے تمدن کے عناصر کا اخذ و جذب
 کرنا قرین مصلحت بلکہ لازمی ہی کیوں نہ ہو لیکن اگر اختیار کی تقلید
 میں اشتاب زدگی اور بے سیٹگی سے کام لیا گیا تو نظام قومی
 کے اعضاء یکیسہ میں خستہ حال عظیم کے پیدا ہونے کا خطرہ ہوگا۔
 اقوام کے تمدن میں ایک پہلو عمومیت کا ہوا کرتا ہے لیکن انکی
 معاشرت کی رسموں اور سیاسی دستوروں میں خصوصیت
 شخصی کی شان نظر آتی ہے۔ یہ رسوم اور یہ دستورات ان

قوموں کی تاریخی زندگی اور ان کی خاص روایات سے اثر پذیر ہوتی ہیں۔ پس اپنی قوم کی خاص نوعیت اسلام کی تعلیم اور عالمِ نوان کے متعلق علم الاعضاء و علم الحیات کے اکتشافات کو بد نظر رکھنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتے کہ مسلمان عورت کو جماعتِ اسلامی میں بدستور اسی حد کے اندر رہنا چاہئے جو اسلام نے اس کے لئے مقرر کر دی ہے اور جو حد کہ اُس کے لئے مقرر کی گئی ہے اُسی کے لحاظ سے اس کی تعلیم ہونی چاہئے۔

میں نے سطور بالا میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہماری جماعت کا شیرازہ اُسی وقت تک بندھا رہ سکتا ہے جتنا کہ مذہبِ اسلام اور تہذیبِ اسلام کو ہم پر قابو ہے۔ چونکہ عورت کے دل و دماغ کو مذہبی تخیل کے ساتھ ایک خاص مناسبت ہے لہذا قومی ہستی کی مسلسل بقا کے لئے یہ بات نہایت ہی درکار ہے کہ ہم اپنی عورتوں کو ابتدا میں بھٹکے ہوئے تعلیم دیں۔ جب وہ مذہبی تعلیم سے فارغ ہو چکیں تو ان کو اسلامی تاریخ - علمِ تدبیر خانہ داری اور علمِ اصولِ حفظِ صحت پڑھایا جائے۔ اس سے اُنکی

دماغی قابلیتیں اس حد تک نشوونما پا جائیگی کہ وہ اپنے شوہروں سے
 تبادلہ خیالات کر سکیں گی اور امومت کے وہ فرائض خوش اسلوبی
 سے انجام دے سکیں گی جو میری رائے میں عورت کے فرائضِ اولیٰں
 ہیں۔ تمام وہ مضامین جو ان کی نسائیت کی نفی کرنے یا اسلام
 کی حلقہ بگوشی سے انہیں آزاد کرنے والے ہوں جہتِ پیادان کے
 نصابِ تعلیم سے خارج کر دینے چاہئیں۔ لیکن ہمارے نکتہ آموز
 ابھی تک اندھیرے میں رستہ ٹٹولتے پھرتے ہیں۔ انہوں نے
 ابھی تک ہماری لڑکیوں کے لئے کوئی خاص نصابِ تعلیم معین و
 مرتب نہیں کیا۔ اور ان میں سے بعض بزرگواروں کی آنکھیں تو
 مغربی تصورات کی روشنی سے ایسی چندھیا گئی ہیں کہ وہ ابھی تک
 اسلام میں جو قومیت کو ایک خاص ذہنی کیفیت یعنی مذہب پر
 منحصر قرار دیتا ہے اور مغربیت میں جس نے قومیت کا محل
 ایک خارجی مواد یعنی وطن کی بنیاد پر تعمیر کیا ہے کوئی فرق نہیں
 سمجھ سکے۔

اب میں چند خیالات اپنی قوم کے غربا کی عام حالت کی

اصلاح کے متعلق ظاہر کرتا ہوں۔ اس ضمن میں عام طبقہ کے مسلمانوں کی اقتصادی حالت ب سے پہلے ہیں اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔ یقیناً کسی کو اس بات سے انکار نہ ہوگا کہ غریب مسلمان کی اقتصادی حالت نہایت ہی افسوسناک اور قابلِ رحم ہے۔ شہروں میں جہاں کی آبادی کا عجز و غالب مسلمان ہیں۔ معمولی درجہ کے مسلمانوں کی قلیل اُچرت غلیظ مکان اور ان کے پیٹ بھر روٹی کو ترستے ہوئے بچوں کا حسرت ناک نظارہ کس نے نہیں دیکھا؟ لاہور کے کسی اسلامی محلہ میں جاںکلو۔ ایک تنگ تاریک کوچہ پر نہاری نظر پڑے گی جس کے وحشت زاسکوت کے طلسم کو رہ رہ کر یا تو لاغر و نیم برہنہ بچوں کی چیخ بیکار یا کسی پردہ نشین بڑھیا کی لجاجت آمیز صدا توڑتی ہوگی جس کی سُکھی اور مڑھائی ہوئی انگلیاں بڑقہ میں سے نکل کر خیرات کے لئے پھیلی ہوئی ہوں گی۔ یہ تو گلی کی حالت تھی۔ الم زدہ گھروں کے اندر چاکر دیکھو تو صد ہا مرد اور عورتیں ایسی پاؤں کے جنہوں نے کبھی اچھے دن دیکھے تھے۔ لیکن آج فاقہ کر رہی ہیں۔ کسی دن سے اناج کا ایک

دانہ تک مُنہ میں اُڑ کر نہیں گیا لیکن غیرت اور خود داری اجازت
 نہیں دیتی کہ خیرات کے لئے کسی کے آگے ہاتھ پیاڑیں۔ ہمارے
 نوجوان علم برداران اصلاح تمدن جو پردہ کی رسم کو ہماری قوم کے
 قوا کے روز افزوں انحطاط کا باعث قرار دینے کے عادی ہیں شاید
 یہ نہیں جانتے کہ اس انحطاط کا اصلی ذمہ دار پردہ نہیں بلکہ یہ
 جان فساد فلاں ہے جو ہماری قوم کے ادانی و اقاہی کو کھائے جا رہا
 ہے۔ علاوہ اس سلسلے میں زوہ طبقہ کے ایک اور طبقہ اُن نکمے
 اور کھٹوا افراد کا ہے۔ جو اپنے جیسی ناکارہ اولاد پیدا کر کے
 سُستی و کاہلی اور بد اعمالی وسیع کرداری کی زندگی خود بھی بسر
 کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اپنا سہنا دیتے ہیں۔ کیا ہم نے
 تمدنی عقدہ کے اُن پہلوؤں پر کبھی نگاہ ڈالی ہے؟ کیا ہم نے
 کبھی اس بات کو محسوس کیا ہے کہ ہماری انجمنوں اور مجلسوں کا فرض
 یہ نہیں ہے کہ خاص خاص اشخاص کی کُلاہ اغوا و افتتاح میں بیٹھے
 ہوئے طرے لگایا کریں بلکہ یہ ہے کہ عام مسلمانوں کی سطح کو اونچا
 کریں؟ سب سے زیادہ اہم عقدہ اُس مسلمان کے سامنے جو قومی کام

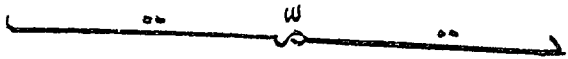
کے لئے اپنے آپ کو وقف کرتا ہے یہ ہے کہ کیونکر اپنی قوم کی
 اقتصادی حالت کو سدھارے۔ اُس کا یہ فرض ہے کہ ہنڈستان
 کی عام اقتصادی حالت پر نظر غائر ڈال کر اُن اسباب کا پتہ لگاؤ
 جنہوں نے ملک کی یہ حالت کر دی ہے۔ اُس کا فرض ہے
 کہ کسی اور مسئلہ پر غور کرنے سے پہلے یہ دریافت کرے کہ ملک کی اس
 حالت میں کس حد تک اُن بڑی بڑی اقتصادی قوتوں نے حصہ
 لیا ہے جو اسٹاک کی دنیا میں اپنا عمل کر رہی ہیں۔ کس حد تک اہل ملک
 کی تاریخی روایات عادات اودام اور اخلاقی کمزوریوں نے
 حصہ لیا۔ اور اگر گورنمنٹ کے طرز عمل کا بھی اس میں کوئی حصہ ہو
 تو وہ کس حد تک ہو؟ جو شخص اس گتھی کو سلجھانے کا بیڑا اٹھائے
 اُسے چاہئے کہ مذہب ملت کے اختلاف کی طرف سے مطلقاً
 خالی الذہن ہو جائے اور کسی ایک جماعت کی طرف داری یا پادری
 کے خیال کو اپنے پاس بھٹکتے نہ دے۔ اس لئے کہ اقتصادی
 قوتیں تمام قوموں پر اپنا عمل کیاں کرتی ہیں۔ شرح مالگذاری کا آئے
 دِن کا اصنافِ مُسکراتِ ممالک غیر کی اُس ملک میں درآمد قیمت

اجناس کی گرائی (خواہ اس گرائی کا باعث یہ ہو کہ سکڑ رائج الوقت
 کے متعلق حکومت کے قائم کئے ہوئے اصول غلط ہیں یا یہ ہو کہ ایک
 زرعتی ملک اور ایک صنعتی ملک کے درمیان آزاد تجارت کا سلسلہ
 قائم کر دیا گیا ہے یا کوئی اور سبب ہو) یہ تمام امور ایسے ہیں جو مسلمان
 ہندوؤں - سکھوں اور پارسیوں کی اقتصادی حالت پر یکساں
 موثر ہو کر نہایت بلند آہنگی سے منادی کر رہے ہیں کہ مختلف
 جماعتوں کے اہل الرائے اور مقتدا اگر اور باتوں میں نہیں تو
 اقتصادیات میں تو ضرور آپس میں سرحد پر مشورہ کر سکتے ہیں اور
 ملک کی مشترکہ فلاح کی تدابیر پر غور کر سکتے ہیں لیکن مسلمان پیشوا
 قوم نے اپنا ملک اپنی تمام توجہ اس مسئلہ پر صرف کئے رکھی ہے کہ
 سرکاری نوکریاں ہم لوگوں کو حصہ رسدی ملتی رہیں۔ یہ کوشش سچا
 خود ضرور قابل ستائش ہے اور ناوقتیکہ مسلمانوں کو اپنے مقصد
 میں کامیابی نہ ہو۔ ہمارے سربراہ اور دکان ملت کو برابر اس کوشش
 میں سرگرمی کے ساتھ مصروف رہنا چاہئے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بات
 بھی انہیں نظر رکھنی چاہئے کہ دولت کی پیداوار کا ذریعہ ہونے

کے لحاظ سے سرکاری ملازمت ایک نہایت ہی محدود ذریعہ ہے۔
 سرکاری ملازمت محدود ہے۔ چند اشخاص کو ضرور آسودہ و
 خوشحال بنا دیتی ہے لیکن قوم کے تمام افراد اُسی صورت میں
 آسودہ و خوشحال ہو سکتے ہیں جبکہ اُن کو اقتصادی آزادی
 نصیب ہو۔ اس میں بھی شک نہیں کہ اگر کسی قوم کے چند افراد
 حکومت کے اعلیٰ مناصب پر فائز ہوں تو اس قوم کی عزت او
 خودداری میں چار چاند لگ جاتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی صحیح ہے
 کہ اقتصادی سرگرمی کے اور بہت سے اصناف ایسے ہیں جو
 اہمیت اور سود مندی میں سرکاری ملازمت کے لگ بھگ ہیں۔
 جس قوم کو اپنے اسلاف سے سپاہیانہ روایات ترکہ میں پہنچی ہوں
 اس کے لئے پہلے ہی کے تصورات کو چھوڑ کر تجارت اور صنعت
 حرفت کی ڈگر پر گریں۔ لیکن جو پاکہ مغربی اقوام
 کی دیکھا دیکھی اشیائی تمام قوموں کی اقتصادی حالت تغیر پذیر ہوتی
 جاتی ہے۔ لہذا یہ کو دوں تو دلنی ہی پڑے گی۔ علاوہ ان اقتصادی
 مشکلات کے رفع کرنے کے جو ہماری سنگ راہ ہیں ہمیں صنعتی تعلیم بھی

ضرور اپنی توجہ صرف کرنی چاہئے جو میری رائے میں اعلیٰ تعلیم سے
 بھی زیادہ ضروری ہے۔ صنعتی تعلیم سے عامہ خلایق کی اقتصادی
 حالت سدھرتی ہے اور یہی طبقہ قوم کے لئے بمنزلہ ریڑھ کی ہڈی
 کے ہے۔ بخلاف اس کے اعلیٰ تعلیم صرف اُن چند افراد کو نفع
 پہنچاتی ہے جن کی دماغی قابلیت درجہ اوسط سے بڑھی ہوئی
 ہوتی ہے۔ ہمارے اغنیا کے بذل وجود کا مصروف ایسا ہونا
 چاہئے کہ عام مسلمانوں کے نیچے ارزاں صنعتی تعلیم حاصل
 کر سکیں۔ لیکن صنعتی اور تجارتی تعلیم بلا کسی اخلاقی تربیت کے
 بجائے خود کافی تو کتنی نہیں ہے۔ اقتصادی مقابلہ میں
 تربیت کے اخلاقی عنصر کی کچھ کم ضرورت نہیں پڑتی۔ اعتمادِ باہمی
 دیانتداری۔ پابندیِ اوقات اور تعاون وہ اقتصادی اوصاف
 ہیں جو جہارتِ فن کی برابر کی جوڑ ہیں۔ ہندوستان میں بہت
 سے کارخانے محض اس لئے نہ چل سکے کہ کارخانہ داروں کو
 نہ ایک دوسرے پر بھروسہ تھا اور نہ اصولِ امدادِ باہمی اُن کا
 رہنما تھا۔ اگر ہم اچھے کاریگر اچھے دوکاندار اچھے اہلِ حرفہ

اور (سب سے بڑھ کر یہ کہ) اچھے شہری پیدا کرنا چاہتے
ہیں تو ہمیں چاہئے کہ انہیں اول پچا مسلمان بنائیں +



انگریزی لیکچر
از ڈاکٹر اقبال ایم۔ اے { مترجم ظفر علی بی۔ اے
(علیگ)

ایک ہی سائز کی قومی نہیں مانتے دلکش نشان میں

شکوہ	مصنفہ ڈاکٹر محمد اقبال (کتاب ایم ۱)	خدا کی جانب میں بنائے مندرائے کائنات میں	۱
ترانہ	..	مسلمان بچوں کی قومی گیت (جلد ۱)	۲
مسک ترانہ	..	مسلمان بچوں کے لئے تین گیت یعنی قومی - ملکی - وطنی (کتاب ایم جی) - ۱	۱
نالیہ نغمہ	..	ایک وارث بچے کی حقیقت حل میڈل	۲
فریاد است	..	(دوسرا ایڈیشن) اُترت کے موجود حال ڈاکٹر اہیا	۳
تحقیقہ الاخوان	(مصنفہ جناب مولانا حالی)	نہایت موزوں اور دردمندانہ نظم - ۴	۴
شکریہ یورپ	(مصنفہ جناب فاضل حسرت کاشمیری)	دوسرا ایڈیشن مع تمہید کی نظم	۲
انتخاب جلدید	(یا قومی نظموں کا مجموعہ)	مختلف نامی گرامی شعراء کے انتخاب کا جواب	۸
اخوت	(مصنفہ جناب احمد حسین خاں)	یہ نظم قومی اپنی طرز میں عمدہ ہے - ۱	۱
میرا خواب	..	شاعر نے اپنے خواب کو عجیب پرانی سوچ پر آدھ	۱
ہمارا قرآن	..	قرآن پاک کا قوم خواہد بخت و خطبات	۱
تفسیر پرتختی	..	یہ نظم حسرت بھری تصویر پر آدھ کر دل کا بخار	۱
پلیٹو کی فریاد	(مصنفہ جناب غلام شاعر حسرت بھاش دہلوی)	یہ نظم دینی کا سب سے زبان آردو کا چٹا رہ دیتی ہو اور قابل شاعر کے دل پر در دکا نظر ملے	۱
فریاد اسلام	(مصنفہ جناب حکیم نواب علی صاحب برق)	دوسرا ایڈیشن اضافہ کوثر	۱
سوز پیوہ	ایک عصمت عورت عالم شباب میں بوجہ ہو جائے اور اسکے حسرت بھر	..	۱
..	..	کلمات ایک قابل شاعر کی زبانی آدا ہوں تو کیسے ہو سکتا ہو کہ	..
..	..	سنگدل ہو سنگدل بھی انسان نہ بھولائے (مع تصویر پیوہ) - ۲	۲
..	..	نقص پیوہ و اس دید بھری تصویر کے کھینچنے والے مانی دوران فخر قوم	..
..	..	ڈاکٹر اقبال ہیں - یہ نظم اپنی نوعیت میں لا جواب ہے - ۱	۱
..	..	آہم باکمی بنانے کے لئے ڈاکٹر اہیا کی فوٹو بھی ہمارا ہی قیمت ۲	۲

درخواستیں نام پلٹ کر مغرب کیجی لاہور آنی چاہئیں

نادر (نہایت خوبصورت ایک کتاب نشان) - جناب نشان کی پوری اور صحیح کاپی بچے واقع کے ساتھ ۲۲۲ صفحہ ۱۹۱۲ء برائے تصاویر ایک ایک جگہ پر لکھی ہیں

مکتبہ اسلامی لاہور

حصہ سیم

۱۔ علمی کتب کی نہایت نعمت و صفائی اعلیٰ اکیٹھالی اور چھپائی کے ساتھ

اچھے عمدہ چھپنے سفید و ہلکی کاغذ پر چھاپ کر شائع کرنا۔

۲۔ مذاق منیر لکھنے والے علم و دستِ جدت پسند اصحاب کے

مذاق کے موافق ہانکے اور خوبصورت ایڈیشن سے نئے دل

بھانسنے والے ڈیزائنوں سے نکالنا۔

۳۔ معنوی اور لچر تصانیف سے قطع نظر کر کے نامور اور نئے ہونے والے

شعرا اور مصنفین کو تمام چھاپ کر انکی باغی منت کو نکال کر نکالنا۔

۴۔ درخواست کتب آنے پر حتی الامکان جلد تیس کرنا۔ اگر کسی خاص موضوع پر

سے دو ممکن ہو تو دہرہ توفیق سے درخواست کنندگان کو آگے بڑھنا۔

دینا۔ دیشہ وغیرہ۔ نیاز مند۔